مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی: دو غیر مطبوعہ خطوط

ظفر حسین ظفر*

مولانا مودودی نے اپنی زندگی میں ہزاروں خط لکھے ہوں گے، اب تک ان خطوط کے درجن بھر مجموعے شایع ہو چکے ہیں: ان مجموعوں کے علاوہ بہت سے خطوط کتب و رسائل میں موجود ہیں جو ابھی تک مدوّن نہیں کیے جاسکے۔ زیرِ نظر دو خطوط مولانا غلام رسول مہر (۱۸۹۵۔۱۹۷۱ء) کے نام ہیں۔ ان میں ایک خط ۱۹۲۶ء کا جب کہ دوسرا ۱۹۵۲ء کا ہے۔ یہ دونوں خطوط مولانا مہر کے ذاتی کتب خانے سے ان کے فرزند جناب امجد سلیم علوی نے فراہم کیے۔

مولانا غلام رسول مہر جالندھر کے ایک گاؤں پھول پور میں پیدا ہوئے۔ میٹرک اپنے آبائی قصبے سے پاس کرنے کے بعد ۱۹۱۰ء میں لاہور آئے اور اسلامیہ کالج میں داخلہ لیا۔ کالج کا زمانہ طالب علمی اگرچہ پانچ برسوں پر محیط تھا، لیکن اِس دور میں مولانا ایسے ذہنی انقلابات سے دوچار ہوئے، جنھوں نے اُن کی زندگی کا رُخ بدل دیا۔ بی اے کرنے کے بعد اُنھوں نے انگریز کی ملازمت اختیار نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور صحافت کے پیشے سے وابستہ ہو گئے۔ پہلے زمیندار اور پھر انقلاب کے مدیر رہے۔ ایک زمانے میں مولانا ابوالکلام آزاد کے ہاتھ پر بیعت کی، لیکن نہرو رپورٹ کے بعد یہ بیعت فسخ ہو گئی اور مولانا تصور پاکستان کے پُرزور داعی بن گئے۔ مولانا مہر کو اُردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبانوں پر عبور تھا۔ دیگر زبانوں کے اسالیبِ نثر کے گہرے مطالعے نے اُن کی نثر میں ایک خاص انفرادیت پیدا کر دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا مہر کے اسلوبِ نگارش میں وہ خوبیاں جمع ہوئیں، جو روایت کے گہرے شعور کا پتا دیتی ہیں اور جن میں جدّت کا پہلو بھی بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ اہم تصانیف: جماعتِ مجاہدین، رسولِ رحمت، سرگزشتِ مجاہدین، سرورِ رفتہ، سرودِ عالم، سید احمد شہید، سیرتِ امام ابن تیمیہ، نوائے سروش، مطالبِ بانگِ درا، مطالبِ ضرب کلیم۔ ان کے علاوہ مکاتیب کے درجن سے زائد مجموعے اور انگریزی کتب کے تراجم بھی مولانا کا تصنیفی و تالیفی سرمایہ ہیں۔ (اخذ و استفادہ: مولانا غلام رسول مہر: حیات و کارنامے، صحافت پاکستان و ہند میں، سرگزشت)

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

خط نمبر ا

مورخہ: ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۶ء

مکرمی!　　　　السلام علیکم

آپ کو مولوی غلام ربّانی[۱] سے وچتر جیون[۲] پر مقدمہ کی تمام کیفیت معلوم ہو گئی ہو گی یا معلوم ہو جائے گی۔ ملزم کے وکلا جس بے ہودگی کے ساتھ قانونی حدود سے باہر نکل کر گواہانِ استغاثہ پر جرح کر رہے ہیں۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جس کمزوری کے ساتھ اُنھیں اس کی اجازت دے رہا ہے اور وکیلِ سرکار ہندو ہونے کے باعث پیروی میں، جو کوتاہیاں کر رہا ہے، اُن کا منظر میں اپنی شہادت کے موقع پر خود دیکھ آیا ہوں[۳]۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عدالت نہیں ہے کوئی مجلسِ مناظرہ ہے، جہاں رسول اللہ کی زندگی پر تنقید کی جارہی ہے یا کوئی تاریخی کمیشن ہے، جو تیرہ سو برس کے بعد یہ تحقیق کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے کہ آیا رسولِ عربی فی الواقع نبی تھے یا نہیں (نعوذ باللہ)۔ حکومت سے مسلمانوں نے جس غرض کے لیے کالی چرن پر مقدمہ چلانے کی درخواست کی تھی، وہ یقیناً یہ نہیں تھی اور نہ دفعہ ۳۵۱ (الف)[۴] کا یہ منشا ہے۔ وہاں جو طریقہ اختیار کیا جارہا ہے، وہ تو ایسا بے ہودہ ہے کہ اگر وچتر جیون میں مسلمانوں کی دل آزاری کے لیے کچھ کسر باقی چھوڑ دی گئی تھی تو وہ اب اِس عدالتی تحقیقات میں پوری ہو جائے گی۔ سوالات کی نوعیت آپ کو غلام ربّانی صاحب بتائیں گے کہ کیسے کیسے نازک مذہبی مسائل پوچھے جاتے ہیں اور کس طرح گواہوں سے اصرار کیا جاتا ہے کہ اُن کا جواب صرف ہاں یا نہیں سے دے دو۔ قرآن شریف کی ایک آیت چھانٹ کر کہتے ہیں کہ اِس کا لفظی ترجمہ کر دو اور اُس سے یہ فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں کہ قرآن میں بھی نفرت کی تعلیم دی گئی ہے۔ شق صدر[۵] کے متعلق ایک حدیث پیش کر کے اُس کا لفظی ترجمہ کراتے ہیں اور اُس سے یہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ رسول اللہ کے سینہ میں شیطان کا حصہ تھا (نعوذ باللہ)، اگر گواہ تفسیر و تشریح کرتا ہے تو اعتراض کرتے ہیں۔ عدالت کہتی ہے کہ جو سوال کیا گیا ہے اُس کا جواب دو۔ اپنی طرف سے کچھ نہ ملاؤ۔ ایسی حالت میں ایک مسلمان کے لیے عدالت سے اپنا ایمان بچا کر لانا مشکل ہو جاتا ہے یا تو وہ اپنے علم اور ایمان کے خلاف غلط بیانی کرے یا پھر رسول اللہ کی توہین میں کالی چرن کے ساتھ خود بھی شریک ہو۔

اِس حالت کا علاج میرے سمجھ میں اِس کے سوا اور کچھ نہیں آتا کہ ہم توہینِ عدالت کے قانون سے بالکل بے خوف ہو کر صفائی کے ساتھ عدالت کے اِس طرزِ عمل کے خلاف احتجاج کریں اور صاف صاف اعلان کر دیں کہ اگر اِس بے ہودہ طرزِ عمل کی اصلاح نہ کی گئی تو نہ کوئی مسلمان گواہی دینے کے لیے طیار [تیار] ہو گا اور نہ اسلامی اخبارات اِس عدالت کو نکتہ چینی سے بالاتر سمجھیں گے۔ اِس کے متعلق میں نے ۲/ نومبر کے الجمعیت میں ایک

طویل نوٹ لکھا ہے[6]۔ اُمید ہے کہ آپ بھی اِس کی پُرزور تائید کریں گے اور متفقہ آواز سے حکومت پر اثر ڈالنے کی کوشش کریں گے۔ ضرورت ہے کہ اِس معاملہ پر جلد سے جلد آواز بلند کی جائے۔ مولانا احمد سعید صاحب[7] نے اِس کے متعلق وائسرائے اور گورنر یوپی کو تار بھی دے دیے ہیں۔ مولوی غلام ربّانی صاحب سے میرا سلام عرض کر دیجیے۔

نیاز مند

ابوالاعلیٰ

خط نمبر ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فون: ۲۵۰۷

مورخہ: ۳۰ دسمبر ۵۲ء　　　　حوالہ:

مکرمی و محترمی!　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کل مولانا مسعود عالم صاحب ندوی یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ آپ کی اور ان کی موجودگی میں کچھ دیر لطفِ صحبت رہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ آج ۳:۳۰ بجے غریب خانے پر تشریف لا کر میرے ساتھ چائے نوش فرمائیں[8]۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

حواشی و حوالہ جات:

۱۔ مولانا غلام ربّانی (م: ۱۹۷۶ء): نامور صحافی، وکیل، احسان اور زمیندار کے عملے میں رہے، تحریکِ خلافت کے کارکن بھی رہے۔ (وفیاتِ مشاہیر پاکستان، مرتبہ: پروفیسر محمد اسلم، ص ۱۷۵)

۲۔ وچتر جیون کا مقدمہ: آج کل آگرہ میں پنڈت کالی چرن کی کتاب وچتر جیون کے خلاف زیرِ دفعہ ۱۵۳ (الف) مقدمہ چل رہا ہے۔ چوں کہ مقدمہ زیرِ سماعت ہے، اِس لیے ہم اس کے متعلق کوئی رائے زنی تو نہیں کر سکتے، لیکن حکام کو یہ ضرور بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح لاہور میں رنگیلا رسول کا مقدمہ ۱۵۳ (الف) کی حدود سے گزر کر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک باقاعدہ پروپیگنڈے کا باعث بن گیا تھا اور ہندو جرائد نہایت آزادی سے وہ تمام ہرزہ سرائیاں شائع کرتے تھے، جو عدالت میں حضور صلعم کے خلاف کی جاتی تھیں۔ اسی طرح وچتر جیون کے مقدمے میں بھی وہی طریقہ اختیار کیا جارہا ہے اور اس مقدمے کی کارروائی اخباروں میں شائع ہو کر مسلمانوں کے لیے مزید اشتعال کا باعث بن رہی ہے۔ کیوں کہ اس مقدمے میں دفعہ ۱۵۳ (الف) کی حدود سے تجاوز کر کے یہ کوشش کی جارہی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات اور

مختلف معتبر و غیر معتبر کتابوں کے مندرجہ حالات کو بحث و تحقیق کی روشنی میں لایا جائے۔ ہم اپنے آقا و مولا کی زندگی کو دُنیا کے تمام افراد کی زندگیوں سے پاکیزہ تر سمجھتے ہیں اور اس پر ہر مخالفِ اسلام سے بحث کرنے پر آمادہ ہیں۔ بس یہ طریق نہایت قابلِ اعتراض اور اشتعال انگیز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کو عدالتوں اور وکیلوں کا بازیچہ بنایا جائے اور پھر وکیلوں کے لغو سوالات اور گواہوں کے جوابات اخباروں میں شائع کر کے مسلمانوں کے ان جذبات کو صدمہ پہنچایا جائے، جو انھیں حضور کی ذات والاصفات سے وابستہ کیے ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیت علمائے ہند نے گورنر صاحب صوبہ متحدہ کے نام ایک برقی پیغام بھیجا ہے، جس میں مسلمانوں کا مذکورہ بالا نقطہ نظر پیش کرنے کے بعد گورنر صاحب سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب آگرہ کو ہدایت کریں کہ وہ سماعت مقدمہ کا موجودہ انداز ترک کر دیں تاکہ مسلمانوں میں اشتعال پیدا نہ ہو۔ ہم مولانا کے اس پیغام سے لفظ بلفظ متفق ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ گورنر صاحب صوبہ متحدہ اس بارے میں بہت جلد کوئی موثر طریق عمل اختیار فرمائیں گے۔ (زمیندار: ۷ نومبر ۱۹۲۶ء)

۳۔ اس کیس میں مولانا نے شہادت دی، جس کی تفصیل روزنامہ زمیندار ۲ نومبر ۱۹۲۶ء کی خبر میں موجود ہے۔

۴۔ دفعہ ۱۵۳ (الف):

Promoting enmity between different groups on grounds of religion, race, place of birth, residence, language etc., and doing acts prejudicial to maintenance of harmony.

(1)Whoever.

(a) by words, either spoken or written or by signs or by visible representations or otherwise, promotes or attempts to promote, on grounds of religion, race, place of birth, residence, language, caste or community or any other ground whatsoever, disharmony or feelings of enmity, hatred or ill-will between different religious, racial, language or regional groups or castes or communities, or

(b) commits any act which is prejudicial to the maintenance of harmony between different religious, racial, language or regional groups or castes or communities, and which disturbs or is likely to disturb the public tranquility, [or]

[(c) organizes any exercise, movement, drill or other similar activity intending that the participants in such activity shall use or be trained to use criminal force or violence or knowing it to be likely that the participants in such activity will use or be trained to use criminal force or violence, or participates in such activity intending to to use or be trained to use criminal force or violence or knowing it to be likely that the participants in such activity will use or be trained to use criminal force or violence, against any religious, racial, language or regional group or caste or community and such activity for any reason whatsoever causes or is likely to cause fear or alarm or a feeling of insecurity amongst members of such religious, racial, language or regional group or caste or community[,shall be punished with imprisonment which may extend to three years, or with fine, or with both. (Indian Penal Code, Section 153-A, Wikipedia, 30-09-2019)

۵۔ شق صدر یا شرح صدر: شق صدر یا شرح صدر: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (کیا اے پیغمبر! ہم نے تیرے سینے کو کھول نہیں دیا)
ابنِ جریر طبری نے متعدد صاحبوں سے روایت کی ہے کہ صحابہؓ نے آنحضرت سے دریافت کیا "یارسول اللہ! شرح صدر کیوں کر ہوتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "قلب میں ایک نور داخل ہوتا ہے جس سے سینہ کھل جاتا ہے"۔ پھر سوال کیا کہ "یارسول اللہ! اس کی نشانی کیا ہے؟" ارشاد ہوا: "حیاتِ جاوید کے

گھر کا اشتیاق اور اس فریب کدہ عالم سے دل برداشتگی اور موت سے پہلے موت کی تیاری"۔ یہ تو حقیقت ہے اور اِس حقیقت کی جسمانی تمثیل سینہ مبارک کا چاک کیا جانا اور اِس میں نور و حکمت کا بھرا جانا ہے۔(سیرت النبی، جلد سوم، ص۴۳۵)

آپ پر یہ کیفیت پانچ مختلف اوقات میں ظاہر ہوئی۔ ایک جب آپ چار پانچ سال کے تھے اور حضرت حلیمہؓ کے گھر پرورش پا رہے تھے اور دوسرے جب عمر شریف دس برس کی تھی، تیسرے جب آپ بیس برس کو پہنچے، چوتھے جب حضرت جبریلؑ سب سے پہلی دفعہ وحی لے کر آئے، پانچویں معراج کے موقع پر۔ سیرت النبی کے مؤلف کے نزدیک تیسری دفعہ کی روایت (جب آپ بیس برس کے تھے) قطعاً غیر ثابت ہے (سیرت النبی، جلد سوم، ص۴۲۱)۔ تفصیلی مطالعے کے لیے دیکھیے: سیرت النبی، جلد سوم (سید سلیمان ندوی)، ص۴۲۰ تا ۴۳۶)

۶۔ کچھ عرصہ ہوا کہ حکومت صوبہ متحدہ نے وچتر جیون کے مصنف پنڈت کالی چرن شرما کے خلاف مقدمہ چلانے کا فیصلہ کیا تھا اور صوبہ کی کونسل میں ہوم ممبر صاحب نے اس فیصلہ کا باقاعدہ اعلان بھی کر دیا تھا، مگر آج تک اس ناپاک کتاب کا مصنف جس نے اپنی دریدہ دہنی سے ہندوستان کے ۷ کروڑ مسلمانوں کی دل آزاری کی ہے، بدستور آزاد ہے اور اس سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے۔ ہم نے بعض ذرائع سے سنا ہے کہ مقدمہ چلانے کے احکام حکومت آگرہ کے پاس پہنچ چکے ہیں اور الزامات قائم کرنے کا حکم بھی دیا جا چکا ہے، مگر کسی وجہ سے اس میں تامل کیا جا رہا ہے۔ شہر آگرہ میں عام طور پر اس تامل کی توجیہ کی جا رہی ہے کہ مقدمہ قائم کرنے اور استغاثہ کی پیروی کرنے کا تعلق جس عملہ سے ہے، اس کا غالب حصہ ہندو ہے اور وہ حتی الامکان اس میں دیر لگانے اور مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس خیال کی حقیقت کیا ہے، مگر آگرہ کے ایک ذمہ دار اسلامی جلسہ میں اس کے متعلق جو ریزولیوشن پاس کیا گیا ہے، اس سے کم از کم اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مقامی مسلمان، ہندو پیروکار سرکار کے ہاتھ میں اس مقدمہ کی کارروائی دیے جانے سے مطمئن نہیں ہیں اور انھیں قوی اندیشہ ہے کہ وہ استغاثہ کی ترتیب اور پیروی میں اس قسم کے نقائص ضرور چھوڑ دے گا، جن سے مقدمہ خود بہ خود کمزور ہو جائے گا۔ ہماری رائے میں حکام آگرہ کو معاملہ کے اس عملی پہلو کی طرف ضرور توجہ کرنی چاہیے، کیوں کہ اصولاً فریقانہ جذبات کی بنا پر سرکاری ملازموں کی نیک نیتی و فرض شناسی میں شک کرنا، خواہ کتنا ہی غلط ہو، لیکن عملی حیثیت سے یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ ایک ہندو وکیل نہ اس دلی صدمہ کا کوئی صحیح اندازہ کر سکتا ہے، جو مسلمانوں کو اپنے پیغمبر کی توہین پر پہنچا ہے اور نہ وہ ایک ہندو مجرم کو اس قسم کی مذہبی دل آزاری پر سزا دلوانے کے لیے کماحقہ کوشش کر سکتا ہے۔ پھر اگر حکومت نے محض اپنے اصول کی خاطر اس علی و نفسیاتی نکتہ کو نظر انداز کر دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ کالی چرن کے خلاف یہ مقدمہ محض مسلمانوں کو بہلانے کا ایک حیلہ رہ جائے گا اور اسے کیفر کردار کو پہنچانا، جو اصل مقصود ہے، بدستور بے نتیجہ رہے گا۔

۷۔ مولانا احمد سعید: (م:۱۹۵۹ء) ۱۹۲۰ء میں جمعیت العلمائے ہند کی بنیاد رکھی گئی۔ مفتی کفایت اللہ صدر اور مولانا احمد سعید ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۰ء تک اِس عہدے پر رہے۔ اِس کے بعد نائب صدر اور صوبہ دہلی کے صدر رہے۔ ۱۹۵۷ء میں مولانا حسین احمد مدنی کے انتقال کے بعد جمعیت کے صدر مقرر ہوئے۔ تحریکِ خلافت سے بھی تعلق رہا۔ ہندوستان کی آزادی کی تحریک کے حوالے سے کئی بار جیل گئے۔ تصانیف: جنت کی کنجی، دوزخ کا کھٹکا، مشکل کشا، شوکت آرا بیگم، خدا کی باتیں، رسول کی باتیں، پردہ کی باتیں، ماہ رمضان، ہماری دُعا قبول کیوں نہیں ہوتی وغیرہ (ڈاکٹر صلاح الدین: مرتب، دِلّی والے، اُردو اکادمی دہلی، ۱۹۸۶، ص۵۰۔۵۳)

۸۔ مولانا غلام رسول مہر نے مولانا کی یہ دعوت یقیناً قبول کی ہو گی کیوں کہ ایسے شواہد موجود ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ مولانا مسعود عالم ندوی کے ہاں مولانا غلام رسول کا آنا جانا رہتا تھا۔ بہ قول امجد سلیم صاحب: اُس زمانے میں ہم لوگ مسلم ٹاون میں رہائش پذیر تھے اور مولانا مودودی اچھرہ میں رہتے تھے۔ ہمارے مکانوں کے درمیان زمینی فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ پروفیسر سید محمد سلیم صاحب کے درج ذیل خط بہ نام مولانا غلام رسول مہر سے بھی یہ شہادت ملتی ہے کہ مہر صاحب دفتر دارالعروبہ میں مولانا مسعود عالم ندوی صاحب کے پاس جایا کرتے تھے۔

علوی محلہ

شکارپور

۱۲فروری ۱۹۵۵ء

جناب مولانا مہر صاحب! السلام علیکم و برکاتہٗ

میرا آپ سے تعارف ہے۔ اپریل ۱۹۵۱ء میں آپ جب دفتر جماعت اسلامی لاہور میں مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم سے گفتگو کر رہے تھے تو میں وہاں موجود تھا۔ میں ریاست الور کا رہنے والا ہوں۔ آج کل شکارپور گورنمنٹ کالج میں لیکچرار ہوں۔......بقیہ خط کی تفصیل غیر ضروری ہے۔

Abstract

The article shares two rare letters from Syed Abul Ala Maududi to a noted scholar and biographer Maulana Ghulam Rasool Mahr in 1926 and 1952 respectively. The article contains notes and explanations. A letter of 1926 is about the legal proceedings relating to a book *Wachter Jeevan* by Pandit Kali Chiran, being trialed in an Agra court of India. Maulana Maududi expresses his displeasure over the advocates of the accused, the writer of the book, as they were asking questions from the witnesses in an unsuitable manner. Maulana Maududi criticized the district magistrate who was there to see the proceedings and did nothing to intervene. Maulana said in his letter it was like a forum to criticize Hazrat Muhammad (pbuh). Maulana advised it was difficult to save one's faith from such court. No matter any contemptuous proceeding would surface, the attitude of the court should be criticized. No Muslim would be prepared as a witness nor would the Islamic newspapers find the court above from the criticism.

Keywords: unpublished letters of Maulana Maududi, Pandit Kali Chiran, Wachter Jeevan